پختون معاشرے میں رائج روایتی نکاحوں کا شرعی جائزہ

A Shariah Analysis of Traditional Marriages in Pukhtun Society

جاوید خان[i] محمد مشتاق احمد[ii]

Abstract

The Creator has created man. There are conflicts among human beings since creation. Millenniums have passed and conflicts still goes on the basis of creed and beliefs. This conflict was started when the first man killed his own brother.

For the minimization of these conflicts every society has its own ways to solve problems. These conflicts are of different kinds and different mechanisms are adopted by societies. In Pakhtun community Jirga system is the best tool to solve these issues. But there is criticism on the conflict settlement regarding marriages. There are two types of Traditional Marriages in Pukhtun Society i.e.Rasm-e-swara and Rasm-e-Ghag. Rasm-e-swara has been performed by Jirga System for the Settlement between the conflicting parties as punishment to the accused party and Rasm-e-Ghag is being occurred without the consent of the bride, her parents or guardian.

On account of these biased decisions, the Jirga system is being criticized badly and in this way it is considered irrational. Keeping in view all the above, this study will orient the readers on these traditional marriages i.e. Rasm-e-swara and Rasm-e-Ghag, procedures and Sharia Status of these marriages in the light of Quran and Sunnah. Besides these some of the flaws and pitfalls in Sharia and Social perspective have been highlighted.

Key words: *Creator, Marriage, traditional, Quran, Sunnah, Sharia,*

پختون معاشرے میں رائج روایتی نکاحوں کا تعارف

روایتی نکاحوں سے مراد وہ نکاحیں ہیں جو پختون معاشرے میں رائج ہیں اور عام معمول سے ہٹ کر کی جاتی ہیں،ان نکاحوں میں عام معمول کی معاشرتی نکاحوں کی طرح،احکامات کا خیال نہیں رکھا جاتا،نہ مقاصدِ نکاح کو مدِ نظر رکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ایسے نکاح جبری نکاح کی صورت بھی اختیار کر لیتے ہیں ۔اِن میں

[i] لیکچرار،ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز،یونیورسٹی آف سوات

[ii] اسسٹنٹ پروفیسر،ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز،یونیورسٹی آف سوات

خیبر پختونخوا کے پختون معاشرے میں سورہ اور غگ کے نام سے نکاح کئے جاتے ہیں۔ذیل کی تحقیق میں ان نکاحوں کے طریقہ کار، پسِ منظر اور حالات کو بیان کر کے ان کا شرعی جائزہ لیا گیا ہے کہ شریعتِ اسلامی کا اس قسم کے نکاحوں کے متعلق کیا حکم ہے ؟اس طرح اس تحقیق میں رسم سورہ کے شرعی اور معاشرتی قباحتوں کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے ۔

رسم سورہ کا تعارف

"سورہ" پشتو زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنٰی سوار لڑکی ہے اور پختون معاشرے میں رسمِ سورہ کا مطلب ہے کہ فریقین کے تنازعے کو ختم کرنے اور صلح صفائی کے لئے متاثرہ خاندان والوں کو دوسرا فریق اپنی لڑکی دے دیتا ہے [1]۔اکثر و بیشتر وہ لڑکی نابالغ ہوتی ہے اور رسم "سورہ" کے تحت دی جانے والی بچی کا نکاح عموماً اپنے ہم عمر کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ عمر میں اس سے کافی بڑے کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے۔ عموماً اس میں لڑکی سے کوئی اجازت نہیں لی جاتی بلکہ فریقین کے مابین صلح کو مضبوط کرنے کے لئے اس معصوم لڑکی کو قربانی کا بکرا بنایا جاتا ہے۔عام طور پر قتل ،بدکاری، یا اغواء کے ارتکاب میں تلافی کے طور پر "سورہ" دی جاتی ہے یعنی یہ بچی اپنے بھائی باپ وغیرہ رشتہ دار کے لئے قربانی دیتی ہے اور وہ بچی اس گھر میں کنیز کی سی زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی ہے [2]۔

"سورہ" کا پس منظر قدیم روایت میں یہ تھا کہ سنگین جرائم جیسے قتل، زنا، اغوا وغیرہ میں جب فریقین کے مابین صلح کیا جاتا تھا تو صلح کے بعد فریقین کے مابین رشتہ داری قائم کی جاتی تھی عموماً جارح فریق کی طرف سے متاثرہ فریق کو ایک لڑکی نکاح میں دی جاتی ہے اور اس کا مقصد دونوں خاندانوں میں رشتہ داری کی پائیدار بنیاد فراہم کرنا، فریقین میں دشمنی کا خاتمہ، محبت و یگانگت کو فروغ اور دونوں خاندانوں کا جوڑ ہوتا تھا اور یہ کہ رشتہ نکاح کے باعث دشمنی کی جگہ باہمی الفت لے لے اور اس کے آثار بالکلیہ ختم ہو جائیں اور دونوں خاندان عناد اور دشمنی کی تلخیوں کو بھلا کر آپس میں شیر و شکر ہو جائیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ابتداءً ایسے رشتہ نکاح کو فریقین کے مابین صلح کا حصہ بنا دیا گیا اور آخر کار بد قسمتی سے آج کے تصور کے پیشِ نظر یہ بچی بطور بدل صلح یا بطور جرمانہ کے دوسرے فریق کے حوالے کی جاتی ہے۔اس مقدس اور قابلِ احترام رشتے کی دھجیاں اڑا کر اس معصوم لڑکی کی زندگی کو ایک کھیل اور مذاق بنایا جاتا ہے اور اس کو ناکردہ گناہ کی سزا کے لئے منتخب کیا جاتا ہے ور اسی کے ذریعے مخالف فریق کو زچ کیا جاتا ہے۔اس رسم کو "سورہ" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے [3]۔

رسم سورہ کی شرعی حیثیت

موجودہ حالات کے تناظر میں اگر ایک طرف بے دینی، بدامنی اور لاقانونیت بڑھ رہی ہے تو دوسری جانب پختون معاشرے کے بعض رسم و رواج معاشرتی بے چینی میں مسلسل اضافہ کا سبب بن رہے ہیں ان ہی میں سے ایک رسم "سورہ" ہے، جس کے تحت "جرگہ سسٹم" کے ذریعے قتل، بدکاری یا دوسرے جرائم میں صلح کرانے کے لئے متاثرہ فریق کو ایک بچی دی جاتی ہے جو اپنے مجرم باپ بھائی یا چچا وغیرہ کے کئے ہوئے گناہ میں قربانی دیتی ہے۔

ایسے نکاح کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ذیل میں تفصیلی یہ حکم بیان کیا جاتا ہے البتہ رسم "سورہ" کے تحت دی جانے والی بچی کے نکاح کا شرعی حکم بیان کرنے سے پہلے بطور تمہید چند مصطلحاتِ ضروریہ (نکاح اور ولایت اجبار) کی توضیح پیش کی جاتی ہے۔

1. نکاح

نکاح کا لغوی معنی ہے ضم کرنا، تداخل کرنا اور ملانا[4] اور اصطلاحِ شریعت میں نکاح کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے:

"عَقْدٌ يُفِيدُ مِلْكَ الْمُتْعَةِ أَيْ حِلَّ اسْتِمْتَاعِ الرَّجُلِ مِنْ امْرَأَةٍ لَمْ يَمْنَعْ مِنْ نِكَاحِهَا مَانِعٌ شَرْعِيٌّ[5]"

"وہ عقد جو ملکِ متعی کا فائدہ دیتا ہو یعنی آدمی کے لیے عورت سے فائدہ اٹھانے کو جائز کرتا ہو بشرطیکہ استمتاع (فائدہ حاصل کرنے) میں کوئی شرعی مانع موجود نہ ہو۔"

گویا شرعی طور پر مرد کے لیے عورت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نکاح کہلاتا ہے۔

2. ولایت اجبار

نابالغ مرد اور عورت پر حاصل ہونے والی ولایت/اختیار کو ولایت اجبار کہا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء ان سے اجازت لئے بغیر ان کا نکاح کرا سکتے ہیں چاہے نابالغ لڑکا اور لڑکی باکرہ (کنواری) ہو یا ثیبہ (شوہر دیدہ) جیسے کہ ہدایہ میں لکھا ہے:

"وَيَجُوزُنِكَاحُ الصَّغِيرِوَالصَّغِيرَةِ إِذَا زَوَّجَهُمَا الوَلِيُّ بِكرًا كَانَتِ الصَّغِيرَةُ أَو ثَيِّبًا وَالوَلِيُّ هُوَ العَصَبَةُ وَمَالِكٌ رَحِمَه الله يُخَالِفُنَا فِي غَيرِالأَبِ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ فِي غَيرِ الأَبِ وَالجَدِّ [6]"

"نابالغ بچے اور بچی کا نکاح اگر ان کے ولی کرادیں تو جائز ہے چاہے بچی باکرہ ہو یا ثیبہ اور ولی عصبہ ہوتا ہے۔ امام مالکؒ والد کے علاوہ ولی میں اختلاف فرماتے ہیں جب کہ امام شافعیؒ والد اور دادا کے علاوہ میں اختلاف کرتے ہیں۔"

ولایت اجبار کے حصول میں بنیادی اختلاف

نابالغ بچہ اور بچی کے نکاح کرنے کا اختیار اس کے باپ دادا اور بالترتیب قریبی رشتہ داروں کو حاصل ہے یہ مؤقف حضرات احناف کا ہے اور حضرات مالکیہ کے ہاں صرف والد اپنے نابالغ بیٹی کا نکاح کرا سکتا ہے نہ کہ دوسرے اولیاء جب کہ حضرات شوافعؒ کے ہاں باپ اور دادا دونوں اس حق میں شریک ہیں ان کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کو نکاح کرانے کا حق حاصل نہیں[7]۔

ولایت اجبار کا مقصد اور حکمت بچوں کے لئے آنے والے مناسب رشتوں کو ضائع ہونے سے بچانا ہے کہ مناسب رشتوں کا ہر وقت ملنا ممکن نہیں ہوتا[8] چونکہ احناف کے ہاں ولایت اجبار صرف باپ اور دادا تک محدود نہیں رہتا اس وجہ سے ولایت اجبار کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1. ولایت ملزمہ

نابالغ بچی یا بچے کا نکاح اگر باپ یا دادا نے کیا ہو تو وہ نکاح لازم ہو جاتا ہے اور بالغ ہونے کے بعد ان کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ باپ اور دادا کے کرائے ہوئے نکاح میں شفقت اور مصالح کی رعایت یقینی ہوتی ہے۔ اس ولایت کے مؤثر ہونے کے لئے درجہ ذیل شرائط ہیں اگر ان شرائط میں کوئی ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو یہ ولایت بھی دوسرے اولیاء کی ولایت کی طرح لازمی نہیں ہو گی اور بالغ ہونے کے بعد لڑکا اور لڑکی دونوں کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہو گا۔

أ. باپ، دادا اپنی عزت سے بے پرواہ نہ ہو یعنی فسق و فجور کی وجہ سے اس درجے تک نہ پہنچے ہو کہ ان کو اپنی عزت کا خیال نہ رہا ہو۔

ب. باپ یا دادا معاشرے میں سوء اختیار کے ساتھ معروف و مشہور نہ ہو، معروف بسوء الاختیار کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے اس نے ایک لڑکی کا نکاح قصداً اس کی مصالح کے خلاف غلط جگہ میں کرایا ہو بلکہ اگر اس کی بے ہودگی، بے پرواہی، بے وقوفی، حرص، طمع، لالچ اور خود غرضی معاشرے میں مشہور و معروف ہو اور بیٹی کے حق میں اس کا ترک شفقت اور مسامحت یقینی ہو تو اس کا کیا ہوا نکاح بھی لازم نہ ہو گا اور ایسی لڑکی کو بلوغت کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہو گا۔

ت. باپ یا دادا نے نشے کی حالت میں اپنی نابالغ بچی کا نہ کیا ہو اگر نشے کی حالت میں کسی فاسق، شریر، یا حقیر پیشہ شخص کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کیا ہو تو ایسی صورت میں بھی ولایت الزام مؤثر نہ ہو گا[9]۔

2. ولایت غیر ملزمہ

باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے اقرباء اور رشتہ داروں کے کرائے ہوئے نکاح میں شریعت نے ان بچے اور بچیوں کو بالغ ہونے کے بعد اختیار دیا ہے کہ وہ چاہیں تو اس نکاح کو رد کر سکتے ہیں اور اگر چاہے تو برقرار رکھ سکتے ہیں، اسی کو خیار بلوغ کہتے ہیں[10]۔ لہٰذا ان کو عدالتی طریقے سے نکاح ختم کرانے کا اختیار حاصل رہے گا۔

ولایت اجبار کا تعلق نابالغ بچے یا بچی کے ساتھ ہے اس کے علاوہ وہ لڑکی جو عاقلہ بالغہ ہو اس کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں اگر اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کروا دیا جائے چاہے نکاح کروانے والا باپ یا دادا ہی کیوں نہ ہو تو یہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر اس نے رضامندی کا اظہار کیا تو نکاح درست ہے اور اگر اس نے رشتے کو ٹھکرا دیا تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق کتب فقہیہ میں یہ وضاحت موجود ہے:

"لَا يَجُوزُ نِكَاحُ أَحَدٍ عَلَى بَالِغَةٍ صَحِيحَةِ الْعَقْلِ مِنْ أَبٍ أَوْ سُلْطَانٍ بِغَيْرِ إِذْنِهَا بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَالنِّكَاحُ مَوْقُوفٌ عَلَى إجَازَتِهَا فَإِنْ أَجَازَتْهُ؛ جَازَ، وَإِنْ رَدَّتْهُ بَطَلَ[11]"

"بالغہ اور صحیحۃ العقل خاتون کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے جائز نہیں چاہے والد ہو یا سلطان، چاہے ایسی بالغہ اور صحیحۃ العقل باکرہ ہو یا ثیبہ، چنانچہ اگر (اس کی اجازت کے بغیر) کوئی اس کا نکاح

کرادے تو یہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر اس نے اجازت دی تو نکاح درست ہے ورنہ باطل ہو جائے گا۔"

اور اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے اس کا نکاح کروایا ہو تو بلوغت کے بعد اس کو بہر حال اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے نکاح کو چاہیں تو فسخ کر سکتے ہیں جیسے صاحب بنایہ نے لکھا ہے:

"أن غير الأب والجد إذا زوج الصغيرة ثم بلغت فإن لها خيار البلوغ، فإن سكت لجهلها بأن لها الخيار بطل خيارها، لأن الجهل ليس بعذر[12]"

"اگر باپ دادا کے علاوہ کوئی اور نابالغ بچی کا نکاح کروائے تو اس کو خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے اور اگر وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے خاموش رہے تو اس کا خیار ختم ہو جاتا ہے اس لئے کہ جہل کوئی عذر نہیں۔"

نکاح ختم کرنے کے لئے عدالتی طریقہ کار اپنایا جائے گا اور قاضی اس نکاح کو مطالبہ پر فسخ کرے گا جیسے کہ امام موصلیؒ نے لکھا ہے:

"وَلَا بُدَّ فِي الْفَسْخِ مِنَ الْقَضَاءِ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَ قَدْ تَمَّ، وَثَبَتَتْ أَحْكَامُهُ، فَلَا يَرْتَفِعُ إِلَّا بِرَفْعِ مَنْ لَهُ وِلَايَةٌوَهُوَ الْقَاضِي أَوْ بِتَرَاضِيهِمَا[13]"

"نکاح فسخ کرنے میں قاضی کا فیصلہ ضروری ہے اس لئے کہ عقد تام ہو چکا ہے اور اس کے احکامات ثابت ہو چکے ہیں تو یہ ولایت والے کی ولایت سے ہی ختم ہو گا یعنی قاضی یا وہ خود۔"

اس تفصیل کے بعد رسم "سورہ" میں دی جانے والی لڑکی کے نکاح کے متعلق شرعی حکم معلوم کرنا مشکل نہیں چونکہ رسم "سورہ" ایک جاہلانہ رسم ہے اس لئے کہ غلطی کسی ایک ہوتی ہے اور سزا کے طور پر دوسری بچی کو قربانی دینی پڑتی ہے لیکن اگر کہیں ایسا نکاح ہو جائے تو لڑکی کی حالت کو دیکھا جائے گا۔ اگر والد نے یہ نکاح اس کی رضامندی سے کیا ہو اور وہ خود اپنی رضامندی سے سفیرِ امن بن کر اس دشمنی کو ختم کرنے کے لئے تیار ہو تو اس طرح کا نکاح جائز اور نافذ رہے گا۔

اگر لڑکی بالغ ہو اور والد یا دادا نے اس کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کیا ہو اور اس سے اجازت بھی نہ لی ہو اور نکاح کے بعد بھی لڑکی اس نکاح پر ناراض ہو تو اس طرح کا نکاح نافذ نہ ہو گا اور باطل تصور کیا جائے گا۔

اگر لڑکی نابالغ ہو اور والد یا دادا نے خیر خواہی اور شفقت کا پہلو ترک کرتے ہوئے خود غرضی یا طمع اور مفاد پرستی کی بنیاد پر نکاح کرایا ہو اور یہ والد اور دادا معاشرے میں اپنی بے ہودگی، بے غیرتی اور خود غرضی میں مشہور ہو تو ایسی بچی کو بلوغت کے بعد اپنے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ عدالتی طریقہ سے اپنے نکاح کو فسخ کرلے لہٰذا اگر والد و دادا بظاہر نیک نام ہو لیکن یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ "سورہ" میں نکاح کرائے جانے والی بچی کو انہوں نے محض اپنی خواہشات کے بھینٹ چڑھایا ہے تو شفقت اور خیر خواہی کی وہ علت مفقود ہو گئی جس کی بنیاد پر ان کو ولایت اجبار حاصل تھا اس لئے بظاہر اس قسم کے نکاح کو جائز اور نافذ کہنا مشکل ہے۔ یہی موقف دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کے فتاویٰ"فتاویٰ حقانیہ" میں بھی اختیار کیا گیا ہے کہ ایسی مظلوم لڑکی کو باپ کے سوءِ اختیار کی وجہ سے خیارِ بلوغ حاصل ہے[14]۔

رسم "سورہ" کی شرعی قباحتیں

رسم سورہ کے تحت جو نکاح ہوتا ہے اس میں کئی ایک شرعی قباحتیں پائی جاتی ہیں جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

نکاح کے مقصد حقیقی کا حاصل نہ ہونا

شریعتِ مطہرہ نے نکاح کے چند مقاصد بیان کئے ہیں جن میں بنیادی مقصد یہ ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے لئے غمگسار ہوں، ایک دوسرے کے لئے محبت اور ہمدردی کا جذبہ رکھنے والے ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ[15]"

"اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے ساتھ آرام پکڑو اور تمہارے درمیان محبت اور نرمی رکھ دی بے شک اس میں فکر کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔"

گویا میاں بیوی کا رشتہ باہمی ہمدردی کا ہوتا ہے اس زاویہ نگاہ سے اگر رسم سورہ کے تحت ہونے والی نکاح کو دیکھا جائے تو اس میں یہ مقصد کہیں بھی پورا نہیں ہو پاتا اس لئے کہ شوہر، بیوی کو بیوی کیا ایک عورت کا درجہ بھی نہیں دیتا بلکہ اس کو ایک مجرم تصور کرتا ہے اور بیوی بھی شوہر کو کبھی دل سے شوہر تسلیم نہیں کرتی بلکہ معاشرے کے ہاتھوں مجبور ہو کر کسمپرسی کی زندگی گزارتی ہے۔

مہر کے بارے میں بالکل خاموشی اور سکوت کا ہونا

مہر وہ مال ہے جو نکاح کے وقت شوہر کے ذمے بیوی کے لئے مقرر کیا جاتا ہے اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"الْمَهْرُ هُوَ الْمَال الَّذِي تَسْتَحِقُّهُ الزَّوْجَةُ عَلَى زَوْجِهَا بِالْعَقْدِ عَلَيْهَا أَوْ بِالدُّخُول بِهَا[16]"

"مہر وہ مال ہے جو عقد یا دخول کی وجہ سے زوجہ کے لئے زوج پر واجب ہو جاتا ہے۔"

شریعت مطہرہ نے نکاح میں مہر کو واجب قرار دیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَآتُوا النِسَاءَ صَدُقَاتِهِن نِحلَة[17]"

"تم (مرد) اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو۔"

اس آیت کی تفسیر میں امام ابو بکر جصاصؒ فرماتے ہیں:

"و اتوہن امر وجوبِ مہر پر دلالت کرتا ہے اس وجوب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کے ہاں مہر کا ذکر کیے بغیر اگر نکاح کیا جائے تب بھی مہرِ مثل[18] واجب ہوتا ہے[19]۔"

مہر مقرر کرنے میں کئی ایک حکمتیں پوشیدہ ہیں جن میں ایک یہ کہ شوہر کو اس تعلق زواج کو توڑنے میں مال کے نقصان کا خطرہ ہو اور بلا ضرورتِ شدیدہ وہ اس تعلق کو توڑنے پر جری نہ ہو۔ اس کے علاوہ اس میں نکاح کی عظمت اور عورت کے ناموس کی قدر و منزلت بھی مضمر ہے کہ مال کی عوض کے بغیر کسی چیز کی قدر و قیمت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ لوگ مال کے حریص ہوتے ہیں۔ اس طرح اس میں اولیاء کی بھی عزت و احترام پوشیدہ ہے کہ مال کے صرف کرنے سے کسی چیز کا مہتم بالشان ہونا معلوم ہوتا ہے جس سے اولیاء کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں[20]۔

جب کہ "رسم سورہ" میں نکاح کرتے وقت مہر جیسے ضروری امر کے بارے میں خاموشی اختیار کی جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لڑکی والے اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے فریق کے لڑکے کے ساتھ بطورِ جرمانہ کرواتے ہیں اس وجہ سے مہر کے متعلق لب کشائی کی جراءت نہیں کر سکتے اور لڑکے والے مہر کے ذکر کے بغیر نکاح کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور ذکرِ مہر کو اپنا توہین سمجھتے ہیں اگرچہ شرعاً ذکر مہر کے بغیر بھی مہر مثل لازم ہو کر نکاح ہو جاتا ہے لیکن نکاح کی بے قدری اور ہتک کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

عموماً "کفو" کا نہ ہونا

شریعت مطہرہ نے لڑکی والوں کو یہ اختیار دیا ہے کہ نکاح کراتے کفاءت کا خیال رکھیں۔ کفو کا لغوی معنٰی نظیر اور برابری کے ہیں[21]۔ علامہ شامیؒ نے کفائت کی تعریف یوں فرمائی ہے:

"أَنَّهَا مُسَاوَاةُ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ فِي الْأُمُورِ الْمُعْتَبَرَةِ فِي النِّكَاحِ[22]"

"نکاح میں معتبر امور میں آدمی کا عورت کے برابر ہونا۔"

کفائت کے لئے لڑکے میں چار چیزوں کو دیکھا جاتا ہے:

۱: نسب ۲: دیانت داری ۳: مال ۴: صنائع یعنی پیشہ[23]

اس کی حکمت یہ ہے کہ شریف اور معزز خاندان کی لڑکی کا نکاح کسی ایسے لڑکے کے ساتھ نہ ہو جو لڑکی کے خاندان والوں کے لئے عار کا سبب ہو[24] اور یہ انتخاب شریعت نے لڑکی کے اولیاء کو دیا ہے کہ وہ لڑکے میں مذکورہ چار چیزوں کے بارے میں اطمینان کے بعد ہی اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کروائے لیکن رسم سورہ میں لڑکی کے اولیاء ان میں سے کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے نہ لڑکے کے نسب کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے نہ اس کی دینداری اور فسق کا خیال کیا جاتا ہے نہ پیشے اور مال کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں اپنی بیوی کی ضروریات پوری کرنے پر قادر ہے یا نہیں بلکہ ان کا مطمحِ نظر صرف یہ ہوتا ہے کہ لڑکی کے نکاح کے ساتھ دونوں خاندانوں کی صلح ہو جائے چاہے اس لڑکی کی زندگی کیسے ہی گزرے۔ اس وجہ سے شریعت کے اس حکم کے متعلق لاپرواہی اختیار کر کے نہ صرف

لڑکی کی زندگی کو داو پر لگایا جاتا ہے بلکہ خاندان والے بھی ہمیشہ کے لئے اس معاملے میں جھکے سر کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔

سسرال کا امتیازی سلوک کرنا

شریعت مطہرہ نے ہر انسان کے اپنے اپنے حقوق مقرر کئے ہیں ماں باپ کے اپنے حقوق ہیں جبکہ بیوی بچوں کے اپنے حقوق ہیں جیسے کہ احادیث میں آتا ہے:

"وَلِزَوجِکَ عَلَیکَ حَقٌ[25]"

"تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔"

اس طرح دوسری جگہ ارشاد ہے :

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي[26]"

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور میں اپنی گھر والوں کے لئے تم سب میں سے بہتر ہوں۔"

گویا شریعت نے بیوی کے لئے حقوق بھی مقرر کئے ہیں اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم بھی دیا ہے البتہ رسم سورہ کے تحت آنے والی لڑکی کو سسرالی گھرانہ محض اپنا کنیز تصور کرتا ہے اور اس کو ہتک آمیز نظر سے دیکھا جاتا ہے اور بد قسمتی سے پختون معاشرے میں ویسے بھی بہو ساس کا رشتہ کافی حد تک لڑائی جھگڑوں میں مشہور ہے اس کے علاوہ اس کا شوہر بھی اس کو بیوی کی نظر سے نہیں دیکھتا نہ اس کو وہ عزت ملتی ہے جو عموماً پختون معاشرے میں ایک نئی نویلی دلہن کو ملتی ہے سسرالی خاندان کے لوگ کیا ان کے رشتہ دار بھی ایسی عورت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اس طرح شریعت کے مقرر کردہ حقوق کو پائمال کیا جاتا ہے۔

دعوت ولیمہ کا نہ ہونا

ولیمہ عربی زبان کا لفظ ہے جو "ولم" سے مشتق ہے جس کا ترجمہ ہے اجتماع یعنی مل جانا[27] چونکہ یہ کھانا بھی عموما میاں بیوی کے ملنے کے بعد دیا جاتا ہے اس لئے اس کو ولیمہ کہتے ہیں اصطلاح میں ہر خوشی کے موقع پر جو کھانا دیا جاتا ہے اس کو ولیمہ کہتے ہیں البتہ شادی کے موقع پر دیے جانے والے کھانے کو عام طور پر یہ نام دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ مغنی المحتاج میں مندرج ہے:

"اَلوَلِيمة اشْتِقَاقِهَا كَمَا قَالَ الْأَزْهَرِيُّ مِنْ الْوَلْمِ، وَهُوَ الِاجْتِمَاعُ؛ لِأَنَّ الزَّوْجَيْنِ يَجْتَمِعَانِ،وَمِنْهُ: أَوْلَمَ الرَّجُلُ إذَا اجْتَمَعَ عَقْلُهُ وَخُلُقُهُ، وَهِيَ تَقَعُ عَلَى كُلِّ طَعَامٍ يُتَّخَذُ لِسُرُورٍ حَادِثٍ مِنْ عُرْسٍ وَإِمْلَاكٍ وَغَيْرِهَا، لَكِنَّ اسْتِعْمَالَهَا مُطْلَقَةً فِي الْعُرْسِ أَشْهَرُ، وَفِي غَيْرِهِ بِقَيْد[28]"

"ولیمہ کا اشتقاق ولم سے ہے جیسے کہ ازہری نے کہا ہے اور ولم کا مطلب اجتماع ہے اس لئے کہ زوجین اس میں اکٹھے ہو جاتے ہیں اسی کے موافق کہا جاتا ہے کہ اولم الرجل جب اس کی خلقت اور عقل مکمل ہو جاتی ہے اور اصطلاح میں اس کا اطلاق ہر اس کھانے پر کیا جاتا ہے جو خوشی کے موقع پر یا کسی ملکیت کے موقع

پر کھلایا جائے لیکن شادی کے کھانے پر اس کا اطلاق عام ہے اور دوسرے کھانوں پر اس کا اطلاق قید کے ساتھ کیا جاتا ہے۔"

شریعت مطہرہ نے نکاح یعنی شادی کے موقع پر دعوتِ ولیمہ کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ولیمہ کرنے کا فرمایا تھا چنانچہ امام بخاریؒ نے اس کو یوں نقل فرمایا ہے:

"عَنْ حُمَيْدٍ، سَمِعْتُ أَنَسًا، قَالَ: لَمَّا قَدِمُوا المَدِينَةَ، نَزَلَ المُهَاجِرُونَ عَلَى الأَنْصَارِ، فَنَزَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ عَلَى سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَقَالَ: أُقَاسِمُكَ مَالِي، وَأَنْزِلُ لَكَ عَنْ إِحْدَى امْرَأَتَيَّ، قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، فَخَرَجَ إِلَى السُّوقِ فَبَاعَ وَاشْتَرَى، فَأَصَابَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ، فَتَزَوَّجَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ»[29]"

"حمید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو سنا انہوں نے فرمایا کہ ہجرت مدینہ کے بعد مہاجرین انصار کے بھائی بن گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے بھائی بنے تو اس نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں اپنا مال تمہارے ساتھ تقسیم کروں گا اور ایک بیوی بھی تمہارے لئے چھوڑ دوں گا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تمہارے مال اور اہل میں برکت ڈال دے اور بازار کو نکلے خرید و فروخت شروع کی اور کچھ پنیر اور گھی کو لے لیا بعد میں اس نے شادی کی تو نبی کریم ﷺ نے ان کو فرمایا کہ ولیمہ کرلو اگرچہ ایک بکرا کیوں نہ ہو۔"

اس سے شادی میں ولیمہ کی اہمیت اور سنیت معلوم ہوتی ہے۔اس طرح نبی کریم ﷺ نے خود بھی نکاح کے موقع پر دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا ہے[30] اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تمہیں ولیمہ کے کھانے کی دعوت دی جائے تو اس میں ضرور شرکت کرو[31]۔

دعوت ولیمہ میں کئی ایک حکمتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے شوہر اور اس کا خاندان اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے اور لڑکی اور اس کے خاندان والوں کو یہ باور کراتا ہے کہ وہ اس نکاح پر کتنے خوش ہیں کہ مال کا خرچ کرنا اور لوگوں کو دعوت کھلانے کے لئے جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر کے نزدیک بیوی کی وقعت اور عزت ہے اور اول اجتماع میں اس قسم کے کام میاں بیوی کے مابین الفت اور محبت کو دوام دیتے ہیں اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اس سے نکاح کی شہرت ہو جاتی ہے تاکہ نسب کے متعلق کسی کو کوئی شبہ نہ رہے[32]۔

رسمِ سورہ میں ہونے والی نکاح کے دوران دعوتِ ولیمہ مفقود ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر اور اس کا خاندان اس نکاح کو خوشی کی بجائے اپنی انتقامی کارروائی سمجھتا ہے لہٰذا دعوت ولیمہ کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

رسم "سورہ" کی معاشرتی قباحتیں

رسم سورہ کی شرعی قباحتوں کے ساتھ ساتھ معاشرتی قباحتیں بھی ہیں جن کا مختصر اذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

1. خاتون کا عام معاشرتی اقدار اور روایات کے برعکس رخصتی کروانا

رسم سورہ میں خاتون کو عام معاشرتی اقدار اور روایات کے برعکس رخصت کروایا جاتا ہے عموماً شادی سے پہلے معاشرتی اقدار روایات کے موافق لڑکی کے رشتہ دار اس کے لئے دعوتیں کرتے ہیں جس میں لڑکی کو اس کے گھر والوں سمیت بلایا جاتا ہے۔ رسم سورہ میں دی جانے والی لڑکی کے لیے یہ انتظام نہیں ہوتا۔

2. خاتون کی رخصتی پر عام روایات کے برعکس خوشی کا اظہار نہ کرنا

عام روایات کے مطابق لڑکی کی رخصتی میں اس کی ماں بہن اور اس کی سہیلیاں خوشی کا اظہار کرتی ہیں لڑکی کے لئے مہندی رکھنے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ معاشرتی طور پر گانا بجانا اور ناچنا تو شادی کے ساتھ ایک لازمی چیز ہے اگرچہ اسلامی نقطہ نظر سے یہ چیزیں درست نہیں لیکن رسم سورہ میں دی جانے والی لڑکی کو ایک سوگ اور غم کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے۔

3. تقریب نکاح میں اعلان واظہار اور خوشی کا مفقود ہونا

عام طور پر تقریب نکاح میں خوشی کے ساتھ مٹھائی وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے بعض جگہوں میں تو خوشی سی ہوائی فائرنگ بھی کی جاتی ہے جو ایک غیر شرعی اور غیر قانونی فعل ہے لیکن رسم سورہ میں دی جانے والی لڑکی کی تقریب نکاح ان خوشیوں سے خالی ہوتی ہے اس طرح عموماً نکاح مسجد یا حجرے میں لوگوں کے سامنے پڑھوایا جاتا ہے جب کہ اس قسم کی نکاح کو خاموشی کے ساتھ کسی کونے میں دو چار بندوں کے سامنے چھپکے سے پڑھوایا جاتا ہے۔

4. خاتون کا اپنے باپ یا بھائی وغیرہ کے کیے ہوئے جرم پر احساس ندامت کے ساتھ خاوند کی دہلیز پر قدم رکھنا

عام طور پر نکاح میں دی جانے والی لڑکی اپنے شوہر کے بارے میں بہت اچھے خیالات رکھتی ہے جب کہ شادی سے پہلے شوہر یا اس کے گھر والے لڑکی کو اس کا پورا خیال رکھنے کی تسلی دیتے ہیں اس طرح عورت بھی ایک اچھی سوچ اور ایک نیک جذبے کے ساتھ سسرال میں قدم رکھتی ہے اور سسرال کے ساتھ ساتھ ان کے دوسرے رشتہ دار بھی اس خوشی میں ان کا ساتھ دیتے ہیں جب کہ رسم سورہ میں اس کے برعکس خاتون اپنے باپ یا بھائی وغیرہ کے کیے ہوئے جرم پر احساس ندامت کے ساتھ خاوند کی دہلیز پر قدم رکھتی ہے اس عورت کو کسی بھی موقع پر خوش آمدید نہیں کہا جاتا نہ اس کے ماں باپ اس کے متعلق سسرال سے باز پرس کر سکتے ہیں۔

5. خاتون کو مناسب جہیز تک نہ دینا

نکاح میں بچی کی رخصتی کے وقت ہر باپ یا بھائی اپنی بیٹی یا بہن کو اپنی بس کے مطابق جہیز دیتا ہے خود پاس پیسے نہ ہوں تو قرض لے کر اپنی بیٹی اور بہن کی خوشیاں پوری کر دیتا ہے جب رسم سورہ کی نکاح میں بچی کو بس کے مطابق کیا مناسب جہیز بھی نہیں دیا جاتا اپنی بچی یا بہن کو کسی پرائی لڑکی کی طرح رخصت کیا جاتا ہے۔

6. سسرالی رشتہ داروں کا ایسی عورت کو اپنا زیردست مجرم تصور کرنا

ہمارا سسرالی معاشرہ ویسے بھی ایک ظالمانہ معاشرہ ہے یہاں پر عورت کے ذمے شوہر سے زیادہ حقوق اس کے خاندان والوں کے تصور کئے جاتے ہیں۔ شوہر کے ماں باپ کے علاوہ شوہر کے بہن، بھائی، دادا، دادی اور رشتہ داروں

کی خدمت اس خاتون کے معاشرتی فرائض میں شامل ہوتی ہے جبکہ رسم سورہ میں آنے والی لڑکی تو مکمل طور پر کنیز شمار کی جاتی ہے۔عام نکاح میں شادی کے وقت عورت کے لئے زیورات، کپڑے، جوتے فرنیچر وغیرہ خریدی جاتی ہیں اس کا کمرہ رخصتی سے پہلے خوب آراستہ کیا جاتا ہے جب کہ رسم سورہ میں آنے والی لڑکی کے لئے ایسا کچھ نہیں کیا جاتا۔ سسرال کے لوگ اس کو اپنا زبردست مجرم تصور کرتے ہیں اور یہ نکاح محض انتقامی کارروائی کا حصہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو جس لڑکے کے ساتھ اس عورت کا نکاح کرواتے ہیں اس کے بڑے یعنی باپ دادا اس کو دوسری شادی کی یقین دہانی بھی کرواتے ہیں۔

ان شرعی اور معاشرتی قباحتوں کے ہوتے ہوئے جو نکاح ہو جائے تو ایسی نکاح کی پائیداری کے متعلق ہر ذی شعور کو خود سمجھنا چاہیے اس لئے اس قسم کے نکاحوں کے بارے لوگوں میں شعور بیدار کر کے اس کی حوصلہ شکنی کی ضرورت ہے کہ اس قسم کی سزاؤں اور فیصلوں سے اجتناب نہ صرف ایک اخلاقی فریضہ ہے بلکہ ایک شرعی حکم بھی ہے۔

رسم غگ یا ژغ کا تعارف

غگ یا ژغ کا لغوی معنٰی ہے آواز کرنا، صدا دینا[33] غگ یا ژغ کا مطلب کسی لڑکی کے بارے میں حق نکاح کا دعویٰ کرنا ہے، پختون معاشرے میں چچازاد بھائیوں یا قریبی رشتہ داروں کو یہ حق دیا جاتا ہے کہ وہ لڑکی کا نکاح خاندان سے باہر ہونے کی صورت میں حق نکاح کا دعویٰ کر سکیں اس رسم کے مطابق مدعی شخص کسی دوسرے کے گھر جا کر ہوائی فائرنگ کرتا ہے اور فائرنگ کے بعد مٹھائیاں تقسیم کر کے لوگوں کو بتاتا ہے کہ اس نے اس گھر والے کی فلاں بیٹی یا بہن اپنے، اپنے بھائی یا بیٹے وغیرہ کے نام کر لی گویا اس رواج کے تحت ایک پختون مرد یک طرفہ طور پر کسی لڑکی پر اپنا دعویٰ نکاح کا اعلان کرتا ہے اگرچہ لڑکی والے اس رشتے پر رضامند نہ ہوں لیکن معاشرتی طور پر ہمیشہ کے لئے وہ لڑکی اس آدمی کے نام رہ جاتی ہے گویا دوسرا شخص باوجود چاہنے کے اس لڑکی کا رشتہ نہیں مانگ سکتا اور مانگ لے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص اس دعویدار کے ساتھ دشمنی کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

جرگہ ہمیشہ پختون روایات کے مطابق فیصلہ کر کے یہ حق تسلیم کرتا ہے اور اگر یہ حق تسلیم نہیں کیا جاتا تب لڑکی کے خاندان والوں پر ایسی شرائط کے ساتھ فیصلہ تسلیم کراتے ہیں جو کسی بھی قانون کے لحاظ سے جائز نہیں ہوتے مثلاً روزنامہ مشرق سنڈے میگزین ۱۰ جون ۲۰۱۲ء کے مطابق ورسک پشاور کے رہائشی ایک خاندان کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب لڑکی پر "غگ" کے ذریعے نکاح کا دعویٰ کیا گیا، بعد میں لڑکی کے والد کو بھی مختلف طریقوں سے ڈرایا دھمکایا گیا، ۲۶ مارچ ۲۰۰۰ء کو اس معاملے میں ایک باقاعدہ جرگہ منعقد ہوا۔ اراکینِ جرگہ نے فیصلہ نہ ماننے والے پر مبلغ ۳ لاکھ روپے جرمانہ مقرر کیا، جرگہ نے ذیل شرائط کی بنیاد پر فیصلہ صادر کیا۔

- لڑکی کا والد لڑکی کا رشتہ غگ والے خاندان کے چار میل کے ارد گرد کے علاقے میں نہیں کرائے گا۔
- لڑکی کا والد، جرگہ کو پانچ دنبے، چاول اور دیگر لوازمات ادا کرے گا۔

- لڑکی کا والد ایک لاکھ روپے جرمانہ بھی ادا کرے گا۔

ان شرائط پر فیصلہ کرنے کے بعد، لڑکی کا والد اگرچہ غریب خاندان سے تعلق رکھتا تھا، راضی ہو گیا اور تمام شرائط اس وجہ سے پوری کر دی کہ اس کی بیٹی "غگ" سے آزاد ہو جائے گی جب کہ فریق مخالف نے جرگہ فیصلہ سے قطعی انکار کیا وہ نہ تو لڑکی چھوڑنے پر راضی ہوا اور نہ اس سے جرمانہ لینے کی کسی میں ہمت ہوئی کہ اس کے اثر ورسوخ کی وجہ سے کوئی اس کو کچھ نہیں کہہ سکا، لڑکی کا والد اپنے گھر بار کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو گیا لیکن وہاں بھی فریق مخالف کے کارندے پہنچ گئے۔ اس کشمکش اور دباؤ کی وجہ سے لڑکی کی والدہ بھی فوت ہو گئی، رپورٹ کے مطابق آج بھی وہ لڑکی دیواروں کے ساتھ اپنی زندگی گذار رہی ہے حالانکہ فریق مخالف نے شادی بھی کرلی ہے[34]۔ جرگے کے غلط فیصلوں ہی کی وجہ سے لڑکی کی زندگی بھی داؤ پر لگ چکی ہے اور والد کو اپنی غربت کے باوجود مالی جرمانے بھی ادا کرنے پڑے ہیں۔

اسی طرح ضلع مردان کی تحصیل کاٹلنگ میں بھی محمد سعود کی بہن کو رسم غگ کے بھینٹ چڑھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ انہوں نے پولیس انتظامیہ سے سیکورٹی کی درخواست کی ہے۔ جس پر انسپکٹر جنرل پولیس خیبر پختونخوا صلاح الدین خان نے ان کے خاندان اور متاثرہ خاتون کو مکمل تحفظ اور قانونی مدد فراہم کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے[35]۔

جرگے کے اس طرح فیصلے شریعت اور اخلاق دونوں سے متصادم ہیں۔ اس سے معاشرے پر پڑنے والے اثراتِ بد کا مشاہدہ ہر ذی عقل کر سکتا ہے۔

رسم غگ کی شرعی حیثیت

اس کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ اگر لڑکی عاقل، بالغ ہو کر از خود اپنی رضامندی سے غگ کرنے والے کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہو جائے تو ایسی صورت میں لڑکی کا نکاح غگ کرنے والے کے ساتھ، درست رہتا ہے بشرطیکہ دوسرے موانع نہ ہوں۔ اس لئے کہ شرعی طور پر عاقلہ، بالغہ لڑکی اپنے نکاح کی مالک ہوتی ہے، وہ اگر اپنی رضامندی سے جرگہ فیصلہ کے مطابق اپنا نکاح کرالے تو درست ہے۔ جیسے کہ اس کی وضاحت صاحب ہدایہؒ نے کی ہے، چنانچہ فرمایا ہے:

"وَيَنعَقِدُ نِكَاحُ الحُرَّةِ العَاقِلَةِ البَالِغَةِ بِرَضَاهَا وَإن لَم يَعقِد عَلَيهَا وَلِيٌّ[36]"

"آزاد، عاقلہ، بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ اس کے ولی نے عقد نہ کیا ہو۔"

اور اگر عاقل بالغ لڑکی کی اجازت کے بغیر "غگ" کی روایت کی تقلید کرتے ہوئے اس کی نکاح کا فیصلہ کیا جائے تو ایسا نکاح فوراً منعقد نہیں ہوتا بلکہ لڑکی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، جیسے فتاوی ہندیہ میں لکھا ہے:

"لَا يَجُوزُ نِكَاحُ أَحَدٍ عَلَى بَالِغَةٍ صَحِيحَةِ الْعَقْلِ مِنْ أَبٍ أَوْ سُلْطَانٍ بِغَيْرِ إذْنِهَا بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَالنِّكَاحُ مَوْقُوفٌ عَلَى إجَازَتِهَا فَإِنْ أَجَازَتْهُ؛ جَازَ، وَإِنْ رَدَّتْهُ بَطَلَ[37] "

"والد یا امام میں سے کسی کو عاقلہ بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کروانا جائز نہیں چاہے وہ لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ، اگر ایسا کیا گیا تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر اس نے اجازت دے دی تو نکاح جائز رہے گا اور اگر اس نے رد کیا تو نکاح باطل ہو جائے گا۔"

اگر لڑکی نابالغ ہو، تو اُس کے اولیاء (باپ دادا) کو اختیار حاصل رہتا ہے، لہذا اگر "غگ" کرنے والا فریق کفو[38] ہو اور لڑکی کے اولیاء شفقت کے پہلو کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرے تب تو وہ نکاح جائز رہتا ہے لیکن اگر اولیاء اپنی خوف اور ڈر کے باعث، اپنی رضامندی کے بغیر، بادل ناخواستہ، جرگہ فیصلہ سے مجبور ہو کر، غگ والے فریق کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرالیں اور ان کو علم بھی ہو کہ غگ والا فریق اس لڑکی کا "کفو" نہیں تو ایسی صورت میں یہ نکاح موقوف رہتا ہے۔ لڑکی کے بالغ ہونے پر اس کو "ولایت اختیار" ہوتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنا نکاح بذریعہ عدالت منسوخ کر سکتی ہے، جیسے کہ ہدایہ میں ہے:

"فَإن زَوَّجَهُمَا الأَبُ وَالجَدُّيَعنِى الصَّغِيرَ وَالصَّغِيرَةَ فَلَاخِيَارَ لَهُمَا بَعدَ بُلُوغِهِمَا[39]"

"اگر نابالغ لڑکے لڑکی کی شادی ان کے والد یا دادا نے کی تو بلوغت کے بعد ان کو اختیار حاصل نہیں۔"

اس طرح رد المختار میں لکھا ہے:

"لَوْ عُرِفَ مِنْ الْأَبِ سُوءُالِاخْتِيَارِ لِسَفَهِهِ أَوْ لِطَمَعِهِ لَا يَجُوزُ عَقْدُهُ إجْمَاعًا[40]"

"اگر باپ اپنی بے وقوفی اور لالچ کی وجہ سے بری پسند میں مشہور ہو، تو اس کا کیا گیا عقد بالاتفاق جائز نہیں۔"

اسی طرح فقہاء نے لکھا ہے کہ باپ یا دادا کا اپنی چھوٹی بیٹی یا پوتی کا کسی غیر کفو میں نکاح کرنے کے بعد اس کو بعد البلوغ فسخ کا اختیار ہوتا ہے:

"وَإِنْ زَوَّجَ الأَبُ أَوِ الْجَدُّ الصَّغِيرَةَ مِنْ غَيْرِ كُفْءٍ يَثْبُتُ لَهَا الْخِيَارُ إِذَا بَلَغَتْ.........وَالنَّقْصُ لِعَدَمِ الْكَفَاءَةِوَيَقْتَضِي الْخِيَارَ. وَعَلَى الأَظْهَرِ: التَّزْوِيجُ بَاطِلٌ[41]. "

"اگر باپ یا دادا اپنی نابالغ بچی کا نکاح نامناسب جگہ کروادیں تو اس کو بلوغت کے بعد فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔۔۔۔۔اور کفائت میں کمی خیار کا تقاضا کرتی ہے اور ظاہری طور پر ایسا نکاح باطل ہوتا ہے۔"

اگر باپ کے علاوہ کوئی اور بھی بطور وکیل اُس کا نکاح غیر کفو میں کردے تو بھی ٹھیک نہیں، جیسے کہ فتاوی ھندیہ میں ہے:

"الْوَكِيلُ بِالنِّكَاحِ مِنْ قِبَلِ الْمَرْأَةِ إذَا زَوَّجَهَا مِمَّنْ لَيْسَ بِكُفْءٍ لَهَا قَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَصِحُّ عَلَى قَوْلِ الْكُلِّ وَهُوَ الصَّحِيحُ وَإِنْ كَانَ كُفْئًا--- فَهُوَ جَائِزٌ[42]"

"کی طرف سے وکیل نکاح جب اس کا نکاح غیر کفو میں کرے تو بعض حضرات کا کہنا ہے، کہ سب کے ہاں یہ نکاح درست نہیں اور یہ صحیح قول ہے اور اگر کفو میں کروادے تو۔۔۔جائز ہے۔"

چنانچہ مذکورہ تفصیل کے مطابق اُس وقت کے حالات وواقعات کو دیکھ کر حکم لگایا جائے گا البتہ غگ والے کے ساتھ ایسے شرائط طے کر کے صلح کرنا جس سے لڑکی کی زندگی داؤ پر لگ جائے، جائز نہیں اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کروانے کے لئے، "جرگہ" کی طرف سے لڑکی کے والد کا غگ والے خاندان کو بطور جرمانہ پیسے، کھانے پینے کی

اشیاء دینے کے فیصلے کو ظلم و جبر تصور کیا جائے گا۔ جن کی شرعی اور اخلاقی طور پر اجازت نہیں لہٰذا اگر جرگہ کی طرف سے کوئی ایسا فیصلہ صادر ہو، جس میں لڑکی کے والد یا خاندان پر جرمانہ رکھ کر شرائط کے ساتھ آزاد کیا گیا ہو، تو ایسا جرمانہ لینا ناجائز اور حرام ہے۔ اس قسم کی مصالحت اور فیصلوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ، إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا"[43]

"مسلمانوں کے مابین صلح مصالحت کرنا جائز ہے مگر وہ صلح جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کردے (وہ جائز نہیں) اور مسلمان اپنے شروط پر قائم رہیں گے مگر وہ شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کردے (تو ایسے شرطوں کی پابندی جائز نہیں)۔"

خلاصہ بحث

یہ سارے امور اس پر شاہد ہیں کہ سورہ کی نکاح محض "سزائے جرم" ہے نہ کہ عام معاشرتی نکاح، اسی طرح رسم غگ کے نتیجے میں ہونے والی نکاح جبری نکاح کی ایک صورت ہوتی ہے۔ ان سے نہ تو نکاح کے دیرپا مصالح حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی خاندانوں کو جوڑنے اور خوش رہنے کی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے بلکہ رسم سورہ میں تو فریق مخالف محض مجرم فریق سے بدلہ چکانے اور اپنی عداوت کی بھڑاس نکالنے کے لئے ایک مظلوم "صنف" کو ساری عمر محکوم اور غلام رکھتا ہے اور اسے یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ اپنے مجرم خاندان کی کیے کی سزا بھگت رہی ہے اور غگ میں لڑکی اور اس کے خاندان والوں کی رضامندی اور خوشی مفقود ہوتی ہے بادلِ نخواستہ اور بوجہ مجبوری یا زبردستی وہ جرگہ فیصلہ ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کے نکاحوں کی شرعاً، اخلاقاً، معاشرتاً اور قانوناً حوصلہ شکنی کی گئی ہے لیکن عوام الناس میں شعور کی کمی کی وجہ سے آج بھی اس قسم کے واقعات سامنے آرہے ہیں جس میں نتیجتاً اس مظلوم صنفِ نازک کو ظلم کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔

نتائج البحث

رسم سورہ اور غگ کے متعلق اس تحقیقی بحث سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

- فریقین کی صلح کو مضبوط کرنے اور باپ، بھائی وغیرہ کی زندگی بچانے کے لئے رسم سورہ کے ذریعے معصوم لڑکی کو قربانی کا بکرا بنایا جاتا ہے۔
- رسم سورہ اور غگ کی نکاح میں عام طور پر لڑکی سے کوئی اجازت نہیں لی جاتی۔
- حضرات فقہائے کرام کے ہاں نابالغ بچہ اور بچی کی ولایتِ نکاح، حسنِ اختیار، شفقت، عزت اور کفائت کا خیال رکھنے کے ساتھ مشروط ہے ورنہ یہ ولایت مؤثر نہیں ہو گی۔
- رسم سورہ اور غگ کی نکاح اگر لڑکی کی رضامندی اور اجازت سے ہوئی ہو تو شرعاً اس طرح کا نکاح جائز اور نافذ رہے گا۔

- رسم سورہ اور غگ میں عاقل اور بالغ لڑکی کا نکاح، اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر شرعاً باطل تصور کیا جائے گا۔
- نابالغ لڑکی کا نکاح اگر رسم سورہ یا غگ میں اس کے والد یا دادا نے خود غرضی یا طمع اور مفاد پرستی کی بنیاد پر کرایا ہو تو اس بچی کو بلوغت کے بعد خیارِ بلوغ حاصل ہوگا اگر وہ چاہے تو بلوغت کے بعد قاضی اور عدالت کے ذریعے اپنی نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے۔
- رسم سورہ میں کی جانے والی نکاح میں شرعی طور پر کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے اس نکاح سے ضروری مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے اس لئے یہ ایک ناکام نکاح تصور کیا جاتا ہے۔
- رسم "سورہ" کی معاشرتی قباحتوں کی وجہ سے وہ خاتون ،اپنے باپ یا بھائی وغیرہ کے کیے ہوے جرم پر احساس ندامت کے ساتھ خاوند کی دہلیز پر قدم رکھتی ہے اور سسرال اس کو بہو کی بجائے اپنا انتقامی حق سمجھ کر اسے ہمیشہ زچ کرنے کا تاثر دیتا ہے۔
- خامیوں اور قباحتوں کی وجہ سے رسمِ سورہ اور غگ شرعاً، معاشرتاً اور اخلاقاً ممنوعہ نکاحوں کی فہرست میں آتے ہیں اور قوم کے دانشوروں اور علماء کرام کو ان کے متعلق آگاہی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

1 بہادر شاہ ظفر کاکاخیل، ظفر اللغات: ۹۳۷، پاکستان ایجوکیشنل پریس، لاہور، ، ۱۹۸۱ء

2 شاہ سوار خان مروت، جرگہ: : ۷۵، دانش پرنٹنگ پریس پشاور، مارچ ۲۰۰۸ء

3 نفس مصدر

4 الجوہری، أبو نصر اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ: ۱: ۴۱۳، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء

5 امام خصکفی، الدر المختار، کتاب ا لنکاح ۳: ۴ ، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۲ء

6 المرغینانی، أبو الحسن برہان الدین، الھدایہ ۱: ۱۹۳، دار احیاء التراث العرب (س۔ن)

7 نفس مصدر

8 الموسوعۃ الفقھیہ میں لکھا گیا ہے:

"إِنَّ إِثْبَاتَ وِلاَيَةِ الإِنْكَاحِ عَلَى هَؤُلاَءِ، لأَنَّ النِّكَاحَ يَتَضَمَّنُ الْمَصَالِحَ، وَذَلِكَ يَكُونُ بَيْنَ الْمُتَكَافِئَيْنِ، وَالْكُفْءُ لاَ يَتَّفِقُ فِي كُل وَقْتٍ، فَمَسَّتِ الْحَاجَةُ إِلَى إِثْبَاتِ الْوِلاَيَةِ عَلَى الصِّغَارِ تَحْصِيلاً لِلْمَصْلَحَةِ"

"نابالغ بچوں پر ولایتِ نکاح کی وجہ یہ ہے کہ نکاح بہت سے مصالح کو متضمن ہوتا ہے اور یہ کفو میں حاصل ہو سکتے ہیں اور کفو ہر وقت نہیں ملتا لہٰذا اس مصلحت کے حصول کے لیے بچوں کے اوپر ولایت حاصل ہوتی ہے۔"

(الموسوعۃ الفقھیہ، وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ، مادہ نکاح ۴۱: ۲۶۰، الکویت، ۱۴۲۷ھ)

9: علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"لَوْ عُرِفَ مِنْ الْأَبِ سُوءُ الِاخْتِيَارِ لِسَفَهِهِ أَوْ لِطَمَعِهِ لَا يَجُوزُ عَقْدُهُ إجْمَاعًا۔۔۔وَبِهِ عُلِمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَبِ مَنْ لَيْسَ بِسَكْرَانَ وَلَا عُرِفَ بِسُوءِ الِاخْتِيَارِ"

"اگر باپ سے اس کی بے وقوفی یا طمع کی وجہ سے اختیار کا برا استعمال ثابت ہو جائے تو وہ عقد بہ اجماع جائز نہیں۔۔۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ باپ سے مراد وہ ہے جو نشہ میں نہ ہو اور مشہور بہ سوء اختیار نہ ہو۔"

(ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز، رد المحتار علی الدر المختار ۳: ٦٧ ،دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۲ء)

الدر المختار میں ہے:

"وَكَذَا لَوْ كَانَ سَكْرَانَ فَزَوَّجَهَا مِنْ فَاسِقٍ، أَوْ شِرِّيرٍ، أَوْ فَقِيرٍ، أَوْ ذِي حِرْفَةٍ دَنِيَّةٍ لِظُهُورِ سُوءِ اخْتِيَارِهِ "

"اس طرح اگر نشے کی حالت میں اپنی بیٹی کا نکاح کسی فاسق، شریر، فقیر یا خفیف پیشے والے کے ساتھ کروایا تو سوء اختیار کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یہی حکم ہے (کہ وہ نکاح منعقد نہیں ہوگا)۔"

(الدر المختار: ج۳، ص ٦٧)

10 علامہ مرغینانیؒ نے لکھا ہے:

"وَإِن زَوَّجَهُمَا غَيرُ الأَبِ وَالجَدِّ فَلِكُلٍّ وَاحِدٍ مِّنهُمَا الخِيارُ إِذَا بَلَغَ إِن شَاءَ اَقَامَ عَلى النِّكَاحِ وَإِن شَاءَ فَسَخَ

"اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے نکاح کروایا تو لڑکے اور لڑکی دونوں کو بالغ ہونے کے بعد اختیار حاصل ہے چاہیں تو نکاح کو برقرار رکھیں یا فسخ کریں۔"

(الہدایہ، ج۱، ص ۱۹۳)

11 لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الہندیہ ۱ :۲۸۷ ،دار الفکر بیروت، ۱۳۱۰ھ

12 بدر الدین العینی، أبو محمد محمود بن أحمد، البنایۃ شرح الہدایۃ ۸: ۳۷٦،دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۰ھ

13 الموصلی ، عبد اللہ بن محمود بن مودود، الاختیار لتعلیل المختار ۳: ۹۴، الحلبی، القاہرہ ،۱۳۵٦ھ

14 مولانا عبد الحق، فتاویٰ حقانیہ ۴: ۲۹۱، جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ۲۰۰۹ء

15 سورۃ الروم ۳۱: ۲۱

16 الموسوعہ الفقہیہ ۲۴: ٦۴

17 سورۃ النساء ۴:۴

18 **مہر مثل:** مہر مثل عورت کی جانب سے معتبر ہوتا ہے یعنی اس منکوحہ عورت کی بہنوں ،پھوپیوں اور چچازاد بہنوں کا عمومی مہر جتنا ہوتا ہے اس کے مطابق اس منکوحہ کا مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے البتہ جس عورت کے ساتھ اس منکوحہ کی مہروں کا موازنہ کیا جاتا ہے ان دونوں کی عمر، حسن، عقلمندی، دینداری، رہنے کی جگہ، زمانہ، بکارت اور ثیبوبت وغیرہ کو دیکھا جاتا ہے۔(الہدایہ ۱: ۲۰۵)

19 الہدایہ ۱: ۱۹۸

20 تھانوی، مولانا اشرف علی، احکام اسلام عقل کی نظر میں: ۱۵۳، القادر پرنٹنگ پریس کراچی، نومبر ۲۰۰۹ء

21 الزبیدی، أبو الفیض محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس من جواہر القاموس ۳۹: ۴۰۸، دار الہدایہ بیروت (س-ن)

22 رد المحتار علی الدر المختار ۳: ۸۵

23 الہدایہ ۱ : ۱۹٦

24 احکام اسلام عقل کی نظر میں: ۱۵۳

25 امام بخاری، أبو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، باب حق الضیف فی الصوم، حدیث(۱۹۷۴)دار طوق النجاۃ، دمشق، ۱۴۲۲ھ

26 امام ترمذی، أبو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، باب فی فصل ازواج النبی ﷺ، حدیث (۳۸۹۵) شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البانی الحلبی، مصر، ۱۹۷۵ء

27 ابن منظور، ابو الفضل محمد بن مکرم، لسان العرب ۱۲: ٦۴۳، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

28 الشربینی، شمس الدین محمد بن أحمد، مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی ألفاظ المنہاج ۳: ۴۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۴ء

29 صحیح البخاری، باب الولیمۃ حق، حدیث (۵۱۶۷)

30 صحیح البخاری، باب حق الولیمۃ والدعوۃ، حدیث (۵۱۷۳)

31 صحیح البخاری، باب الولیمۃ حق، حدیث (۵۱۶۷)

32 احکام اسلام عقل کی نظر میں: ۱۵۳

33 پشتو اردو لغت ۱۱۲۶

34 روزنامہ مشرق پشاور، سنڈے میگزین: ۸، ۱۰ جون ۲۰۱۲ء

35 روزنامہ ایکسپریس پشاور: ۲، ۲۰ جون ۲۰۱۷ء

36 ہدایہ، کتاب النکاح ۱: ۱۹۱

37 الفتاوی الہندیہ، کتاب النکاح ۱: ۲۸۷

38 **کفو**: کفو کا لغوی معنی مماثلت اور برابری کے ہیں اور نکاح میں اس کا شرعی مطلب زوجین کے نسب، دین ودینداری، مال اور صنعت وپیشہ میں برابری کا لیا جاتا ہے۔ (الاختیار لتعلیل المختار ۳: ۹۸)

39 ہدایہ، کتاب النکاح، باب الاولیاء والاکفاء ۱: ۱۹۳

40 رد المختار، باب الولی ۳: ۶۶-۶۸

41 الرملی، شمس الدین محمد بن أبی العباس، نہایۃ المحتاج إلی شرح المنہاج ۶: ۲۵۴، دار الفکر، بیروت طبع ۱۹۸۴ء

42 فتاویٰ ہندیہ، کتاب النکاح، باب الناس فی الوکالۃ ۱: ۲۹۵

43 سنن الترمذی، باب ما ذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس، حدیث (۱۳۵۲)